© rasailojaraid.com

جو بعد میں ''اہل السنّت والجماعت'' اور ''اہل الحدیث'' کے نام سے مشہور ہوئے۔

آپ نے ''جماعت المسلمین'' تو بنالی اور ''امام المسلمین'' بھی بن گئے؛ لیکن یہ نہیں دیکھتے کہ کام کیا کرتے ہیں؟...... کسی کو کافر بنا دیا، کسی کو مشرک کہہ دیا، کسی کو فرقہ پرست اور گمراہ قرار دے دیا...... کچھ فتوی بازی اور پمفلٹ بازی کرلی...... کیا ''امام المسلمین'' کا یہ کام ہوتا ہے؟ جب آپ اقامت دین نہیں کر سکتے، باطل کے خلاف سینہ سپر نہیں ہو سکتے، تو آپ ''امام المسلمین'' کیسے؟ اگر آپ ''**تلزم جماعة المسلمين وإمامهم**'' کا مصداق ہیں، تو بتائیے آپ کے پلے میں ہے کیا؟ **طاقت** آپ کے پاس نہیں، **اختیار** آپ کو حاصل نہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یقیناً مسلم، مومن، متقی وغیرہ سب کچھ تھے...... وہ آپ کی طرح زبردستی ''مسلمین'' نہیں کہلواتے تھے۔ ''جماعت المسلمین والمؤمنین'' نہیں بناتے تھے۔ یہودیوں کا دعویٰ ان کے سامنے تھا جو ﴿**أبناء الله**﴾ اور **أحباء الله** بنے پھرتے تھے؛ اللہ نے ان کی مذمت فرمائی: ﴿**ألم تر إلى الذين يزكون أنفسهم**﴾ [النساء ٤٩] انہیں دیکھیے (جو اپنے ناموں کے ذریعے) اپنی پاکبازی کا اظہار کرتے ہیں...... ''جماعت المسلمین'' نام رکھ کر دوسروں پر گمراہی کا فتویٰ صادر کرنے سے بھی تزکیے اور فخر کا اظہار ہوتا ہے۔ پھر اس اصول پر ہر ایک ''مسلم'' کہلانے لگ جائے تو مسلمانوں کے کفر و شرک پر پردہ پڑا رہے گا؛ اس طرح اہل حق اور اہل باطل میں امتیاز ختم ہو جائے گا۔ ''امام المسلمین'' بن کر اور توحید و سنت کے پیروکاروں کو گمراہ قرار دے کر آپ اس حدیث کا مصداق ہو گئے: ''......**اتخذ الناس رؤوساً جهالا فضلوا وأضلوا**'' [بخاری العلم باب ٣٤ ح ١٠٠، الاعتصام باب ٧ ح ٧٣٠٧، مسلم العلم ح١٣ ٢٢٣/١٦] خود بھی گمراہ ہوئے، لوگوں کو بھی گمراہ کیا۔ پھر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ''**تلزم جماعة المسلمين وامامهم**'' کو توڑ مروڑ کر اپنے اوپر فٹ کیا۔ لفظ ''مسلم'' والی آیات کا مطلب غلط لیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کافرہ عورت کو لکھتے ہیں: ﴿**وأتوني مسلمين**﴾ [النمل ٣١] مطیع و فرمانبردار ہو کر میرے پاس حاضر ہو جاؤ۔ مسلم یہاں لغوی معنیٰ میں ہے؛ لیکن آپ نے ترجمے میں ''مسلم'' لکھ کر پوائنٹ بنایا۔ اسی طرح ﴿**فاشهدوا بأنا مسلمون**﴾ [آل عمران ٦٤] کا ترجمہ بھی غلط کیا کہ ''ہم تو صرف مسلم ہیں۔'' ﴿**فهل أنتم مسلمون**﴾ کے ترجمے میں تو غضب ہی کر دیا: ''کیا آپ اپنے آپ کو صرف مسلم کہنے کے لیے تیار ہیں؟''

جو بھی دین میں نئی راہ نکالتا ہے اس کو ایسی تاویل بازی اور تحریف کرنا ہی پڑتی ہے۔ ﴿**فلما زاغوا أزاغ الله قلوبهم والله لايهدى القوم الفسقين**﴾ [الصف ٥]

❁ ...... ❁ ...... ❁

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سوانح علمائے اہلحدیث بلتستان

مولانا رضاء الحق بن محمد جان کریسیؒ

ولادت ۱۳۰۱ھ/۱۸۸۳ _ وفات ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۹

عبدالرحیم روزی

سلسلہ نسب: مولانا رضاء الحق بن محمد جان بن ابوالحسن بن محمد بن محمد کثیر بن شیخ افضل بن شیخ فضیل بن ملا شیخ حسین گریز بلتستانی۔ آپ نے ۱۳۰۱ھ/1883ء میں محلّہ ڈانگاہ (کیریس) میں آنکھیں کھولیں۔ آپ کا تعلق سادات اخیار اور راجاؤں کی سرزمین ومرکز کریس سے ہے۔ دامن کوہ میں واقع یہ علاقہ بلتستان میں مہمان نوازی، آداب مجلس، رکھ رکھاؤ اور سخن وری میں معروف ہے۔

اس خاندان کا مورّث اعلیٰ شیخ ملا حسین کشمیر کی وادی گریز کے رہنے والے تھے؛ جو کہ کوہِ ہمالیہ کے مغربی وسط میں میدان دیوسائی اور کوہ بانڈی پور کشمیر کے درمیان واقع ہے۔ اس وادی کو ''گریز'' نام سے موسوم اس لیے کیا گیا کہ ۹۵۷ھ میں صوفیائے کرامؒ نے مرزا حیدر گورگانی کے خون ریز فسادات سے ''گریز'' کرتے ہوئے یہاں سکونت اختیار کی تھی۔ یہیں پر شیخ دانیال دانا بن میر شمس الدین عراقیؒ کو شہید کیا گیا۔

حاجی خلیل الرحمٰن (ت ۱۹۷۶ء) فرماتے ہیں: بلتستانی لوگ اس وادی گریز کو ''کھچولی غواڑی'' کہتے ہیں۔ کیونکہ اس وادی کی شکل موضع غواڑی سے قوی مشابہت رکھتی ہے، اس کے شمال وجنوب میں لمبے لمبے فلک پوش پہاڑ واقع ہیں اور مشرق سے مغرب کی طرف بیچ سے نالہ کا پانی اٹھکیلیاں مارتے ہوئے قبلے کی طرف گرتا ہے۔

ملا شیخ حسین، شیخ دانیال دانا کا مرید تھا۔ دانیال صاحب کے دونوں پوتے سید میر عارفؒ وسید ابوسعیدؒ کشمیر سے نقل مکانی کر کے اپنے جملہ خاندانی افراد اور بعض مریدوں۔ کے ہمرکاب بلتستان تشریف لائے۔ میر عارف موضع تھگس میں اور ابوسعید سدا کریس میں آباد ہو گیے۔ ان مبلغین اسلام کے ساتھ شیخ ملا حسین اور ملا باقر بھی تھے۔ یہ ملا باقر مؤرخ بلتستان حاجی خلیل الرحمٰن بلغاریؒ کے جد امجد ہیں۔ بلتستان پہنچ کر فرمانروائے خپلو یبگو دولت علی خان المعروف دبلہ خان نے شیخ ملا حسین کے لیے موضع کریس محلّہ ڈانگاہ میں رہائش اور زرعی زمین کا بندوبست کیا۔ جبکہ ملا باقر کو موضع بلغار میں جائے سکونت اور زرعی رقبہ فراہم کیا۔ اس وقت حضرت امیر کبیر علی ہمدانیؒ ہر علاقے میں رشد وہدایت اور کتاب وسنت کے پرچار کے لیے اپنے فیض یافتہ مریدوں کو چھوڑ جاتے تھے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اکتساب علم: مولانا رضاء الحق نے ابتدائی تعلیم مولانا سودے علی بلغاریؒ سے حاصل کی۔ اس کے بعد ۱۳۱۹ھ/ ۱۹۰۱م میں شیخ الکل سید نذیر حسین دہلوی کے مدرسے میں داخلہ لیا اور تحفۃ الاَ حوذی کے مؤلف علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ کے علم سے خوشہ چینی کی اور ۱۳۲۹ھ میں منقولات و معقولات میں فارغ التحصیل ہو کر سند اجازت حاصل۔ ان کے علاوہ محدث پنجاب حافظ عبدالمنان وزیر آبادی سے بھی درس لیا۔

مد نبوی کی سند کا حصول: دہلی میں دورانِ تعلیم ۱۳۲۴ھ میں مولانا محمد بشیر سہسوانی سے پیمانہ مُدّ نبوی ﷺ کی سند متصل حاصل کی اور استاد کے مستند مد سے موازنہ کر کے لوہے کا مد بنایا جس کی سند کاتب وحی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ تک پہنچتی ہے۔ اس مد نبوی کا خاکہ حاجی خلیل الرحمٰنؒ نے اپنی غیر مطبوعہ کتاب [تذکرہ علماء وصوفیائے بلتستان ص۸۳] میں بنایا ہے۔ اس مد کے حساب سے ۴ امداد ایک صاع بنتے ہیں۔ مولانا خلیل الرحمٰن سقی اللہ ثراہ نے تحفۃ الاحوذی شرح سنن ترمذی ہدایہ، الفقہ الاحوط، منتخب اللغات، جامع عباسی اور احیاء العلوم میں وارد صاع نبوی کے بیانات اور اپنی تحقیق انیق کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ ایک صاع نبوی میں ۵۸۲۴۰ دانے آتے ہیں۔

وطن عزیز بلتستان کی طرف مراجعت:

آپ کے شاگرد مولانا عبدالرحمٰن حنیف فرماتے ہیں کہ دہلی سے ۱۳۲۹ء میں فراغت کے بعد آپ نے دوصد کتابیں ہمراہ لے کر وطن عزیز کی طرف مراجعت فرمائی۔ اور اپنے گاؤں ڈانگاہ کریس میں ایک مدرسہ بنام ''مظاهر السنة'' کی بنیاد رکھی اور درس و تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے تدریسی صلاحیت بدرجہ اتم عنایت فرمائی تھی۔ چنانچہ اس دانشگاہ میں ہر علاقہ کے متلاشیانِ علم اور ہر مکتب فکر کے طلباء و فضلاء کا جھرمٹ رہتا تھا۔ اہل تشیع کے مشہور عالم سید علی الموسوی کیریسی پیر طریقت نوربخشیہ سید عون علی خپلوی، سید علی شاہ فرڈوا، اخوند ابراہیم کیریسی، ریٹائرڈ صوبیدار میجر مولانا محمد علی کوینسی اور تحصیلدار عبدالخالق سیر میکی مرحوم آپ کے شاگرد ہیں۔

آپ میں مسائل کی تحقیق و جستجو کا غیر معمولی جذبہ موجود تھا۔ آپ کے استفتاء اور فتوی بنام ''ایضاح الحق کے جواب میں دہلی ہی کے فارغ مولانا عبدالشکور (گوندوی) نے ''الكلام الفاصل فيما بين الحق والباطل ''کے نام سے مرتب فرمایا تو آپ نے اپنے عدم جواز والے موقف سے رجوع فرمایا تھا۔

دونوں کتابچوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ طبیعت میں قدرے تیزی تھی، مصلحت کشی اور رواداری کے قائل نہیں تھے۔ سامحہ اللہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حاجی خلیل الرحمٰن لکھتے ہیں: آپ کی علمی فوقیت اور خداداد صلاحیت سے متاثر ہو کر حاکم اعلیٰ ڈوگرہ حکومت سکردو نے ۱۹۶۸ بکرمی میں کارِ بے گار سرکار سے مستثنیٰ قرار دینے کا سرٹیفکیٹ عطا کیا تھا۔[تذکرہ علماء وصوفیائے بلتستان]

آپ ان چند علماء میں سے ایک تھے جن کے لیے آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کی طرف سے ماہانہ وظیفے جاری تھے۔ مولانا ابو یحییٰ امام خان نوشہروی نے اپنی کتاب ''ہندوستان میں اہلحدیث کی علمی خدمات ص۱۹۲ میں بعنوان'' آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کے مدرسے'' کے تحت لکھا ہے کہ مقام کیریس ضلع کشمیر کے مدرس مولانا رضاء الحق صاحب کے لیے مبلغ دس (۱۰) روپے ماہوار مشاہرہ مقرر تھا۔ آپ کے علاوہ مولانا سید ابوالحسن کیریسی ، مولانا محمد موسیٰ بانی دارالعلوم غواڑی ، مولانا محمد جان براہوی، مولانا عبدالکریم سکساوی اور مولانا ابوعبداللہ عبدالصمد بلغاری کا بھی ذکر کیا ہے۔

مولانا عبدالرحمٰن حنیف بنام راقم الحروف لکھتے ہیں کہ'' یہ وظیفے ان حضرات کی علمی ودعوتی خدمات کا علامتی صلہ اور اعتراف تھا۔ درمیان میں کسی کی شکایت پر مولانا موصوف کے لیے یہ مشاہرہ بند ہوا تو مناظر اسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کی خصوصی توجہ دینے پر پھر سے جاری کر دیا گیا۔

جنگ آزادی بلتستان میں خدمات:

حاجی خلیل الرحمٰن لکھتے ہیں کہ جنگ آزادی بلتستان میں مولانا نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ آزاد فوج اور مجاہدین کے لیے راشن کی فراہمی کے سلسلے میں کوئی کسر نہ چھوڑی اور اپنے وعظ وتقریر کے ذریعے افواج پاکستان کی مدد کی رضا کار مجاہدین بھیج دیئے موصوف اور اہل بلتستان کی بے مثال قربانیوں سے سفاک و بے رحم ڈوگرہ سکھ حکومت سے بلتستان آزاد ہوا۔ مولانا کی گرانقدر خدمات سے متاثر ہو کر میجر اسماعیل خان ایریا کمانڈر آزاد فورس نے ۱۸ستمبر ۱۹۴۸ء میں آپ کو حسن کارکردگی کا سرٹیفکیٹ عطا کیا۔

وفات حسرت آیات:

مولانا عبدالرحمٰن حنیف فرماتے ہیں کہ یہ بات معروف ومشہور ہے کہ مولانا موصوف نے وفات سے کچھ روز قبل خواب میں دیکھا کہ جمعہ کا دن ہے، جماعت اہلحدیث کے فوت شدہ بعض بزرگ شخصیات اچھے لباس اور منور چہروں کے ساتھ مولانا کے گھر کے نیچے راستے میں آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ بیدار ہونے پر محسوس کیا کہ زندگی کے لمحات پورے ہو چکے ہیں اور موت کا پیغام ملنے والا ہے۔ آپ نے اپنا حساب چکانے کے لیے تعلق داروں، جماعتی احباب سے معافی مانگی، اپنے ہاتھ سے کفن تیار

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرلیا اور غسل کر کے سفرِ آخرت کے لیے چاق وچوبند رہنے لگے۔ چنانچہ ایک ہفتہ تک کلمہ طیبہ ''لا إلـه إلا الله'' کا ورد کرتے ہوئے عرق جبین کے ساتھ اپنے رب سے جا ملے اور ارشاد صاحب الرسالۃ ﷺ ''مـن كـان آخـر كلامه لاإله إلا الله دخل الجنة'' کی خوشخبری حاصل کرلی۔ یہ ۱۳۶۷ھ بمطابق ۱۹۴۹ء کا سال تھا۔

ازواج واولاد:

آپ نے تین بیٹے عبدالرحمٰن، حسین، شیخ محمد حسن راشد (مقیم برمنگھم) اور تین بیٹیاں چھوڑیں۔

اول الذکر نے 3 اکتوبر 2000ء کو وفات پائی، انکا ایک بیٹا مولانا محمد علی جوہر دارالعلوم بلتستان غواڑی پھر مدینہ یونیورسٹی سے فارغ ہوکر مدرسہ نصرۃ الاسلام کیریس میں دعوت وتدریس کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ خاموش طبیعت کے مالک اور منجھا ہوا فاضل ہے۔ عبدالرحمٰن کی ایک بیٹی مولانا عبدالرحمٰن حنیف حفظہ اللہ امیر جمعیت اہلحدیث بلتستان کے عقد میں ہے۔ جن کے بطن سے مولانا بشیر الرحمٰن صاحب ہیں جو اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد میں Ph.D کے طالب علم ہیں۔

دوسرا بیٹا عبدالستار بھی صاحبِ اولاد ہے۔

تیسرا بیٹا اس خاندان کے گلِ سرسبد مولانا محمد حسن راشد حفظہ اللہ ہیں۔ آپ نے پاکستان میں کچھ عرصہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۹۶۵ء میں مدینہ یونیورسٹی میں ثانیہ ثانویہ کلاس میں داخلہ لیا اور کلیۃ الدعوۃ واصول الدین سے ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ میں فارغ ہوئے۔ وہاں سے علامۃ الشام ناصر الدین البانیؒ کی تاکید پر جامعہ ازہر (مصر) چلے گیے، وہاں آپ کو اپنے استاد شیخ عبدالمحسن عباد حفظہ اللہ کی سفارش پر ایم اے میں داخلہ ملا۔ ۱۹۷۲ء میں ماسٹر ڈگری حاصل کی۔ اس کے بعد وزارت شؤن اسلامیة سعودیه عربیه نے داعی ومبلغ بنا کر جامعہ سلفیہ فیصل آباد بھیجا، اس کے بعد اپنی درخواست پر نائیجریا بھیجا گیا جہاں شریعہ فیکلٹی کانو میں دس سال پڑھایا۔ اسی دوران ایک مصری نژاد میڈم سے شادی کی اور مصر آمد ورفت کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس خاتون سے دو بیٹے خالد اور عمرو پیدا ہوئے۔ وہاں آمد ورفت کے دوران آپ پر اخوانی ہونے کے شبہے میں ابتلاء ومحن کا سلسلہ شروع ہوا۔ آپ پر کڑی نگرانی کی وجہ سے مصری بیوی نے طلاق لی، مگر آپ بچوں سے ملنے کے لیے آتے جاتے رہے۔ آخری بار ڈاکٹریٹ کی کوشش اور بچوں سے ملنے کے لیے نائیجریا سے مصر گیے تو ایئرپورٹ پر چار یوم تک حوالات کے دوران آپ کی ریمانڈ میں کوئی کسر نہ چھوڑی گئی۔ موصوف فرماتے ہیں کہ'' آج بھی ان ایام کو یاد کر کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔'' اس کے بعد خود موصوف کے مطالبے پر ۱۹۸۵ء میں برطانیہ بھیجا گیا، جہاں ہنوز دعوت وارشاد میں مصروف عمل ہیں۔ موصوف

© rasailojaraid.com